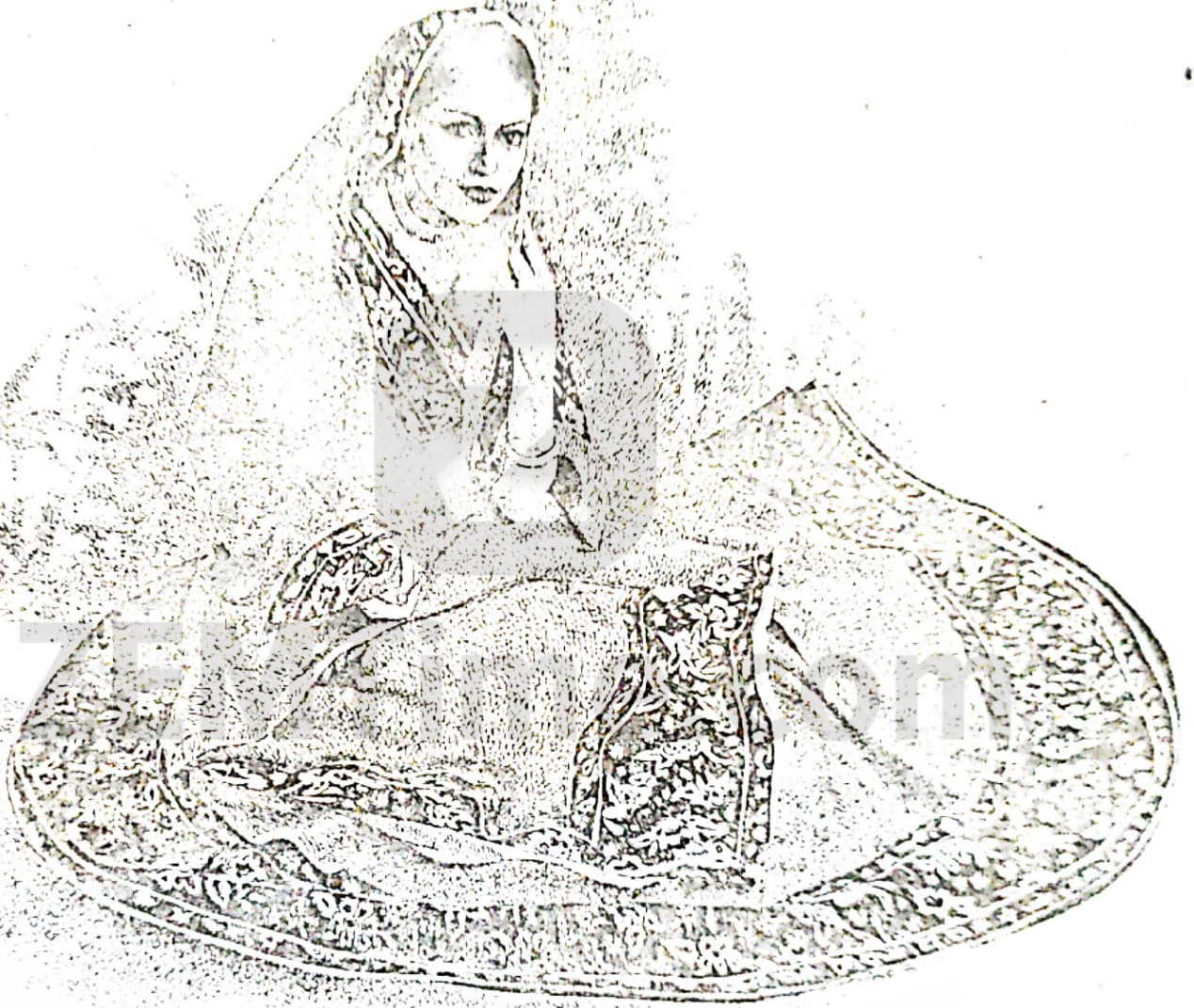


# تلاش

## روینہ قریشی



بالکل بھی نہیں چاہیے۔ زیادہ لمبی کہانی نہیں..... اگر تھوڑا  
وقت ہے تو آپ کو بھی سنا دیتی ہوں۔  
میں گاؤں میں رہتی تھی۔ بہت بڑے باپ کی بہت  
پیاری اور خوب صورت ترین بیٹی..... بہت سارے لوگ  
رشتے کے خواہشمند تھے۔ جب انیس کن ہوئی تو گھر  
میں میرے رشتے کی بات چیت کے لیے اماں کی دور پار  
کی کزن ہمارے گھر آئیں۔ وہ خود بیوہ تھیں۔ دانیال ان  
کا ایک ہی بیٹا تھا..... دونوں ماں، بیٹا رنج کے سوہنے  
تھے۔ دانیال کو دیکھ کر دل پہلی نظر میں اسی کا ہو گیا۔ پر اماں

مجھے ایک ایسی بہو کی تلاش ہے جو میرے جیسی نہ  
ہو..... میرا بیٹا بلال ماشاء اللہ چوبیس سال کا ہو گیا ہے۔  
بس اب اس کی شادی کروں گی۔ کئی لڑکیاں ہیں تو نظر  
میں۔ بہنوں، بھابیوں کی بھی خواہش ہے کہ ان کی بچیوں  
میں سے کسی کی بیٹی پر ہاتھ رکھ دوں..... بلکہ بہن تو ابھی  
کچھلی مرتبہ بھی آئی تو باتوں، باتوں میں کہہ رہی تھی۔  
”صالحہ آپا..... میری مانو بالکل آپ جیسی ہے سکھڑ اور  
پیاری..... جس گھر میں جائے گی چار چاند لگا دے گی۔“  
لیکن میں اسے کیسے بتاؤں کہ مجھے میرے جیسی بہو



نے کہا سوچ کے جواب دیں گے۔ اور میرا دل..... بس ایک ہی رٹ لگائے بیٹھا تھا۔  
”یہ نہیں..... تو کوئی نہیں.....“

آنٹی جانے سے پہلے مجھے ملنے کے لیے آئیں تو میں ان کی شخصیت سے مرعوب سی ہو گئی۔ انہوں نے بڑی پیاری میچنگ جیولری کے ساتھ اعلیٰ لباس اور قیمتی شال اوڑھی ہوئی تھی۔ ان کی شخصیت میں ایک عجیب قسم کا رعب، دبدبہ و وقار تھا۔ بھینی، بھینی خوشبو نے ان کے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

ویسے تو خیر میں خود بھی لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک ضرور تھی۔ لیکن ان کے سامنے مجھے خواہ مخواہ کا احساس کمتری ہو گیا۔ ان کے جانے کے بعد اماں اور ابا کی بڑے بھائی کے ساتھ بات چیت سے علم ہوا کہ آنٹی کے ساتھ ان کے خاوند نے بڑی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد پسند کی شادی کی تھی۔ لیکن شومئی قسمت کہ شادی کے صرف دو سال بعد ایک حادثے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آنٹی کا گھر اپنا پڑھا لکھا تھا اور وہ خود بھی وہ ایک بائی اسکول میں سائنس ٹیچر تھیں۔ یوں دانیال اکلوتا تھا۔ بیوی کے بعد انہوں نے بڑی ہمت اور جرات سے بغیر کسی کی مدد کے اکیلے ہی سارا وقت گزارا۔ بیٹے کو اعلیٰ تعلیم اور تربیت سے پال پوس کر یہاں تک پہنچایا۔ اب وہ ایک نہایت اعلیٰ جاب کر رہا تھا۔ شہر کے بچوں بچ وہ گھر جو ان کے شوہر کی زندگی میں سادہ سا تھا۔ اب وہ ایک سجا سجاا گھر تھا۔ جلد ہی رشتے کے لیے ہاں ہو گئی۔

میں بہت سارے خواب آنکھوں میں سجائے جب ان کے گھر جا کے گاڑی سے اتری تو میری ساس نے محبت سے میرا استقبال کیا۔ رسموں سے فراغت ہوئی تو مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ سب کچھ مجھے ایک خواب سا لگ رہا تھا۔

اللہ نے مجھے گاؤں سے اٹھا کر شہر کی بہترین سوسائٹی کے بہترین گھر میں بٹھا دیا۔ حالانکہ گاؤں میں بھی ہم کوئی برے حالوں میں نہیں تھے۔ مگر شہر تو پھر شہر ہوتا ہے۔ میں سمٹی، سمٹی بیٹھی تھی کہ دروازہ کھلا۔ دانیال نے کمرے میں داخل ہو کر پہلے سلام کیا اور بیڈ پر میرے

مقابل بیٹھ کر مجھے رونمائی کا تحفہ دیا۔

یہ بڑا خوب صورت بریڈ سلیٹ تھا۔

میں نے دیکھا تو شکر یہ کہہ کر پکڑنا چاہا مگر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر بریڈ سلیٹ میری کلائی پر باندھ دیا۔ جہاں پہلے ہی چوڑیاں کڑے سجے ہوئے تھے۔

”بہت پیارا ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”امی کی پسند بہت شاندار ہے۔“ دانیال نے کہا۔

اور میرے اندر پہلا چھنا کا ہوا۔ دوسرا چھنا کا تب ہوا جب انہوں نے کہا۔

”یار لوگ تو پہلی رات بیوی کو ایک فرض نبھانے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ میرے والدین کا خیال رکھنا لیکن میں تمہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں کہ میری امی میں سچ سچ جان ہے۔ ان کی زندگی بھر کی محنت کے بعد آج ہم لوگ اس مقام تک پہنچے ہیں۔ امی نے پوری زندگی بڑی عزت، وقار، خودداری کے ساتھ گزاری ہے..... لوگوں میں اچھے طریقے سے رہی ہیں، ہر جگہ پر ہر دکھ سکھ میں سب کے ساتھ شریک رہی ہیں..... اب ان کے آرام کا وقت ہے..... مجھے امید ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو گی.....“ اس کے بعد امی نامہ تو ختم ہو گیا لیکن میرے اندر گانٹھ سی پڑ گئی ساس کے حوالے سے..... معلوم نہیں کیوں.....!

انگلے دن ولیمہ تھا..... جب ہال جانے کے لیے نکلی تو گاڑی میں مجھ سے پہلے میری ساس فرنٹ سیٹ پر براجمان تھیں۔

ایک اور چھنا کا..... شادی کے شروع کے صرف تین ماہ میں نے کچھ لحاظ کیا..... اس کے بعد میں نے ہر طریقے سے آنٹی کو نیچا دکھانے کی لاشعوری کوششیں شروع کر دیں۔ گاڑی میں ان کے آنے سے پہلے جا بیٹھتی۔ وہ زبردستی مجھے آگے ہی بیٹھے رہنے کا کہہ کر خود پیچھے بیٹھ جاتیں۔ انہیں سالن میں شور بہ چاہیے ہوتا تھا، میں جان بوجھ کر سالن بٹھنا ہوا بنادیتی۔

انہیں لاؤنج میں تازہ ہوا پسند تھی، میں کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے اے سی چلا دیتی۔ انہیں پینے کے لیے ابلا ہوا پانی چاہیے ہوتا تھا..... میں ملازمہ سے کہہ کر سادہ پانی رکھوا دیتی، انہیں دوا میں اپنے ہاتھ کی پہنچ میں چاہیے تھیں، میں جان بوجھ کر دور رکھ دیتی تھی۔ یہ تو سب چپکے، چپکے کرتی ہی رہی پر ہر



اپنی امی کی برسی والے دن وہ میرے ہاتھوں سے ہاتھ چھڑا کر چلے گئے۔ مجھ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ گئے تھے۔ میری امی آئیں اور کچھ دن میرے ساتھ رکیں..... پھر وہ مجھے اپنے سانہ اپنے گھر لے گئیں..... لیکن میرا دل نہیں لگا۔ میں واپس اپنے گھر جانا چاہتی تھی..... میرا گھر، میرے محبوب شوہر والا گھر..... جہاں میں محبت کے معنی سے روشناس ہوئی تھی۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو دل کھول کر روئی..... اتنا روئی کہ معصوم بلال ڈر کے مارے میری ٹانگوں سے چٹ گیا۔ اپنی ساس کے کمرے میں گئی تو یوں لگا جیسے ابھی، ابھی اپنے سنگل بیڈ سے اٹھ کر واش روم میں گئی ہیں۔ مجھے یاد آیا کہ ایک دن بلال بہت ضد کر رہا تھا کہ آج دادو کے بیڈ پر سونا ہے تو بیڈ پر جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس کے سوجانے کے بعد ہم اسے واپس اپنے کمرے میں لے آئے تو دانیال نے مجھے بتایا۔

”بابا کی وفات کے بعد امی نے اپنے کمرے سے ڈبل بیڈ نکلوادیا تھا اور کمرے کی ساری ترتیب بدل دی تھی۔ کیونکہ انہیں پرانی ترتیب میں بابا کی یاد بہت زیادہ ستاتی تھی۔“

جب میں اپنے کمرے میں گئی تو لگا جیسے دانیال آفس سے ابھی لوٹ آئیں گے..... اور زندگی شاید پھر پہلے جیسی رواں دواں ہو جائے گی..... مگر..... امی کچھ دن رہ کر واپس چلی گئی تھیں۔ اب میں نے بھی اپنی ساس کی طرح اپنے کمرے کی ترتیب بدل دی ہے۔ ڈبل بیڈ کی جگہ سنگل بیڈ لگا دیا ہے۔ یوں لگتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ مجھے اپنے بلال کی جان بہت پیاری ہے..... میں جانتی ہوں کہ وہ بھی مجھ سے اسی طرح پیار کرتا ہے جیسے اس کا باپ اپنی والدہ سے کرتا تھا۔ یہ نہ ہو کہ میرے گھر آنے والی میرے بارے میں اسی طرح سوچے جس طرح میں اپنی ساس کے بارے میں سوچتی تھی۔ مجھے خود تو مرنے سے ڈر نہیں لگتا..... لیکن میرے بلال کو اللہ لمبی زندگی عطا فرمائے..... اس کے بارے میں تو ایسا سوچنا بھی میرے لیے ناممکن ہے سو اسی لیے مجھے ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے جو ہر گز بھی میرے جیسی نہ ہو۔



وقت دانیال کا دل بھی ان کی والدہ کی طرف سے برا کرنے کی کوشش کرتی رہتی..... لیکن میری ہزار کوشش کے باوجود دانیال کی جان اپنی امی میں ہی اٹکی رہتی تھی۔ آنٹی نے پتا نہیں اتنا صبر کہاں سے لیا تھا کہ مجھے کچھ نہ کہتیں اور نہ ہی دانیال کو کچھ بتائیں۔ سال کے بعد اللہ نے مجھے بیٹے سے نوازا دیا۔

آنٹی میرے ساتھ بچے کو سنبھالنے میں مددگرواتی تھیں لیکن میرے دل میں جو ان کے لیے میل تھی وہ اسی طرح تھی۔



ابھی بلال کی پہلی سالگرہ کو کچھ دن گزرے تھے جب اچانک آنٹی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ دانیال انہیں فوری اسپتال لے گئے۔ انہیں داخل کر دیا گیا۔

وہ دن ایسے تھے کہ دانیال کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اسپتال جانے کے تیسرے دن آنٹی کی وفات ہو گئی۔ میں ان کی وفات پر دکھی کم اور خوش زیادہ تھی کہ اب دانیال سارے کا سارا میرا ہے۔

میری ساس کو کینسر تھا، میری مگنی سے کچھ مہینے قبل ان کو کینسر تشخیص ہوا تھا لیکن مجھے کسی نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آنٹی کا اپنا فیصلہ تھا کہ نہ تو میری اس بیماری کا کسی سے چرچا کرنا ہے اور نہ ہی اب وقت تھا کہ اس بیماری کا علاج کروایا جاسکے۔ کیونکہ جب علم ہوا تب تک وہ سارے جسم میں پھیل چکا تھا۔ بس یہی تھا کہ ان کی جتنی بھی زندگی ہے بس وہ سکون سے گزر جائے۔ جس کی وجہ سے دانیال ان کا حد سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے بہت کوشش کی کہ میں دانیال کو واپس زندگی کی طرف لاسکوں..... لیکن شہید کچھ فیصلے قدرت نے کر دیے ہوتے ہیں۔

دانیال نے اپنی امی کا دکھ دل سے لگا لیا تھا۔ میرا محبوب شوہر پورا، پورا دن ایک ہی نقطے کو بیٹھ کر گھورا کرتا۔

میری محبت اور بیٹے کی پیاری حرکتیں..... کچھ بھی ان کے دل کو متوجہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ ایک سال کے اندر، اندر وہ سوکھ کے کاٹھا ہو گئے۔ بے شمار ٹیسٹ ہوئے لیکن کسی بیماری کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اور وہ جوانہوں نے کہا تھا ناں..... کہ میری جان بچ بچ میری امی کے اندر ہے تو واقعی انہوں نے سچ ہی کہا تھا۔ ایک سال کے بعد عین